# ② مروجہ کمیٹی کی چند صورتیں اور اُنکا شرعی محاسبہ

اسوقت ہمارے معاشرے میں کمیٹی نے بڑا رواج پایا ہے۔ یہ دراصل قرضے کا اشتراک ہوتا ہے۔ چند افراد مل کر یہ طے کر لیتے ہیں کہ اتنی مدت تک کے لئے کھاتہ میں ہر شریک مقررہ رقم جمع کرائے گا۔ پھر حسب شرائط قرعہ سے یا بغیر قرعہ کے جمع شدہ رقم تقسیم کی جاتی ہے اور کل رقم ایک شخص کو دے دی جاتی ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس یکے بعد دیگرے سب کے سب شرکاء اس عقد سے فائدہ اُٹھاتے ہیں اور یک مُشت اتنی خطیر رقم سے انسان اپنی اہم ضرورت پوری کر سکتا ہے۔

## کمیٹی کی چند صورتیں

① دس اشخاص دَس دَس ہزار روپے کی شرکت سے ایک لاکھ روپے جمع کر لیتے ہیں اور حسب معاہدہ ساری رقم ایک شخص لے لیتا ہے۔ اَب اس کے پاس اس کی اپنی رقم کے علاوہ نوّے ہزار روپے اضافی جمع ہو گئے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ یہ اضافی رقم جو پیشگی اُس کو حاصل ہوئی ہے۔ اس نے اس کا کون سا معاوضہ ادا کیا ہے۔ ہاں شرکاء نے آپس میں اپنی اپنی باری میں ایک دوسرے کو قرض دینے کا جو عہد کیا ہے۔ یہ اضافی رقم اس کی مرہونِ منت ہے۔

کمیٹی کی یہ وہ صورت تھی، جس میں مالک کی اصل رقم میں کمی بیشی نہیں ہوئی۔ نمبر وار فائدہ اُٹھانے میں تقدیم تاخیر واقع ہو گئی ہے۔ کمیٹی کی اس صورت میں شرعاً چار خرابیاں ہیں۔ جن کی تفصیل کمیٹی کی جملہ صورتوں پر تبصرہ کے عنوان سے آپ مطالعہ کریں گے۔

② لاکھ روپے کی اس کمیٹی میں اگر ایک شخص یہ کہتا ہے کہ مجھے لاکھ روپے کی بجائے پچانوے ہزار روپے فی الفور دے دیئے جائیں، جیسا کہ رائج ہے تو اس صورت میں اس نے پانچ ہزار کے عوض کمیٹی خرید لی۔ اور ساری رقم سے فائدہ اُٹھا لیا۔ لیکن ساڑھے چار ہزار روپے کی کمی کے باعث یہ نقصان میں رہا اور دوسروں کو پانچ پانچ صد روپے اضافی مل گئے

ایسی صورت میں شریعت کی دونوں شقوں کا خلاف کیا گیا ہے یعنی رقم کا پیشگی مل جانا اور اُدھار میں کمی بیشی کرنا۔

**نوٹ** اس طریقہ کار سے اتنی بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ کمیٹی کی ساری رقم سے پہلے فائدہ اُٹھانا بڑی منفعت کی چیز ہے۔ اگر یہ فائدے کی اور قیمتی چیز نہ ہوتی تو کچھ عرصہ بعد ملنے والی رقم کو یہ شخص ساڑھے چار ہزار کے عوض خرید نہ کرتا۔ اُدھار میں کمی کر کے اُسے جلدی وصول کرنے کو شریعتِ مقدسہ میں ربا کہا گیا ہے۔

(۱) عن عبد الله بن عمر انه سئل من الرجل يكون له الدين على الرجل الى اجل فيضع عنه صاحب الحق ويعجله فكره ذلك عبد الله بن عمر ونهى عنه

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا۔ ایک شخص کا دوسرے پر میعادی قرض ہے۔ صاحبِ حق اپنے قرض میں سے اس شرط پر کچھ چھوڑ دے تاکہ دوسرا اُسے جلدی ادا کرے۔ آپ نے اُسے ناپسند کیا اور اس سے نہی فرمائی۔

(۲) عن زيد بن اسلم أنه قال كان الربا فى الجاهلية ان يكون للرجل على الرجل الحق الى أجل قال اتقضى ام تُربى فان قضى اخذ والازاده فى حقه واخر عنه فى الاجل۔

زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ دورِ جاہلیت میں ربا یہ ہوتا تھا کہ جب قرض کی میعاد پوری ہوتی تو قرض خواہ قرضدار سے کہتا تھا۔ اَتقضی اُم تُربی؟ ادا کرنا چاہتا ہے یا ربا دینا چاہتا ہے۔ اگر وہ ادا کر دیتا تو فبہا۔ ورنہ مالک قرض میں اضافہ کر کے میعاد بڑھا دیتا۔

(۳) قال مالك وذلك عندنا بمنزلة الذى يوخر دينه بعد محله عن غريمه ويزيده الغريم فى حقهٗ قال فهذا الربا بعينه لا شك فيه۔ [1]

ترجمہ: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جس صورت میں مالک اپنے حق کا کچھ حصہ قرضدار کے جلدی ادا کرنے کے باعث چھوڑ دیتا ہے۔ ربائے

---

[1] مؤطا امام مالک ص ۲۷۹

جاہلیت کے قائم مقام ہے۔ یہ بھی بعینہ ربا ہے۔ جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

بصورتِ دیگر سو آدمی کمیٹی میں شرکت کرتے ہیں۔ اور اس میں یہ طے پاتا ہے کہ جن چالیس آدمیوں کا قرعہ پہلے نکلے گا۔ اُن کو بالترتیب جملہ رقوم دیگر فارغ کر دیا جائے گا اُس کے بعد کمیٹی کا ذمہ دار شخص ساٹھ آدمیوں کو اُن کی جمع شدہ رقم کی مقدار فی الفور ادا کر دے گا۔

اس شکل میں تین واضح خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں:

(۱) چالیس آدمیوں کو اضافی رقم کا ملنا۔
(۲) رقم کا پیشگی مل جانا۔
(۳) قرعہ اندازی سے اپنی قسمت کا فیصلہ کرنا۔

**نوٹ** بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرعہ اندازی کو شرعاً تسلیم کیا گیا ہے اور اس کے ذریعہ سے جو چیز حاصل ہو۔ وہ جائز اور حلال ہونی چاہیئے۔ لہٰذا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم قرعہ اندازی کی صحیح صورتِ حال پر بحث کر کے اس کا شرعی نقطہ نظر تحریر کریں۔

ایسی قرعہ اندازی جس میں قرعہ ڈالنے والوں کے حقوق مساوی نہ ہوں اور صرف قرعہ کی بنیاد پر اُن کا حق تسلیم کیا جائے۔ قمار اور جواء کہلاتا ہے۔

مشرکینِ مکہ جوئے کے تیروں سے اپنی قسمت معلوم کرتے تھے۔ جسے قرآن نے رجس من عمل الشیطان کہا ہے۔

امام ابوبکر جصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں[۱]:

والقرعة فی الحقوق تنقسم الی معنیین احدهما تطییب النفوس من احقاق واحد من المقترعین ولا نجس حظه مما اقترعوا علیه مثل القرعة فی القسمة وفی قسم النساء وفی تقدیم الخصوم الی القاضی والثانی فی القرعة بین عبید أعتقهم المریض ولا

---

[۱] احکام القرآن جلد ۲، ص ۴۶۵

مال لہ غیرھم۔ الخ

ترجمہ: "حقوق میں قرعہ اندازی کے دو معنی ہیں۔ ایک تو یہ کہ قرعہ اندازی میں شریک تمام لوگوں کو ایک شریک کو حق دینے پر رضامند کرنا۔ دراں حالیکہ اس ایک شریک کا حصہ باقی سے کم نہ ہو۔ مثلاً عورتوں کی باری کی تقسیم اور قاضی کے پاس پہلے مقدمہ لیجانے میں قرعہ اندازی اور دوسرا معنی اس قرعہ اندازی میں ہے، جو ان غلاموں کے درمیان ہو جنہیں مریض آدمی آزاد کرے اور اُس آدمی کا غلاموں کے سوا کوئی مال نہ ہو۔"

جیسے وہ قرض جس میں اضافے کی شرط ہو رہا ہے۔ اس کا ذکر قرآن میں ہے۔ اسی طرح ہر وہ قرض جو حصولِ منفعت کا ذریعہ ہو یا وہ قرض جو مشروط ہو یعنی اس شرط پر قرض دینا کہ قرض دار بھی قرض خواہ کو دوبارہ قرض دیگا۔ اس کا ذکر حدیث میں اس طرح سے ہے۔

کل قرض جر منفعة فہو ربا۔[1]

یہ حدیث اگرچہ خبر احاد میں سے ہے، لیکن اُمت میں تلقّی بالقبول کے باعث اس کا متواتر المعنی میں شمار ہوتا ہے۔

اس حدیث کی شرح و تفسیر میں متعدد اقوال نقل کئے گئے ہیں۔ جو ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں:

(۱) علامہ ابن حزم محلی رحمۃ اللہ علیہ محلی میں لکھتے ہیں کہ:

لا یحل إقراض شیٔ لیرد الیك أقل ولا أکثر ولا من نوع آخر اصلا۔[2]

ترجمہ: کسی کو اس شرط پر قرض دینا کہ وہ اس قرض سے کم واپس کرے یا اُس

---

[1] عن علی رضی اللہ عنہ مرفوعا اخرجہ ابن اسامہ فی مسندہ ولما رواہ شواھد کثیرة۔ ولاجل ذلك واللہ اعلم۔ صححہ امام الحرمین کما فی التلخیص أیضًا۔

(إعلاء السنن ج ۱۴، ص ۳۹۸، ۳۹۹)

[2] (إعلاء السنن ج ۱۴، ص ۴۶۷، ۴۶۸)

سے زائد یا کسی اور نوع سے اس کی واپسی کرے، حلال نہیں ہے۔ صرف اتنی قدر اور اس قرض کی نوع سے واپسی درست ہے۔ یہ حکم اجماعِ قطعی سے ثابت ہے۔

(۲) موفق رحمۃ اللہ علیہ نے مُغنی میں اس مسئلہ کو ذرا بسط سے لکھا ہے کہ:

وکل قرض شرط فیہ الزیادۃ فھو حرام بلا خلاف۔[۱]

ترجمہ: جس قرض میں زیادتی کی شرط لگائی جائے تو بلا اختلاف حرام ہے۔

اس کے بعد موفق رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد اقوال نقل کئے ہیں:

(الف) ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق:

اجمعوا علی ان المسلف اذا شرط علی المتسلف زیادۃ او ھدیۃ فاسلف علیٰ ذٰلک ان ناخذ الزیادۃ علیٰ ذٰلک رباء۔[۲]

ترجمہ: قرض خواہ اگر قرضدار پر زیادتی یا ہدیہ کی پیشگی شرط عائد کر کے قرض دے تو اس زیادتی اور ہدیہ کا لینا رباء ہوگا۔

(ب) ابی بن کعب۔ ابنِ عباس۔ ابن مسعود (رضی اللہ عنہم) ان سب بزرگوں نے ایسے قرض سے منع فرمایا ہے۔ جو جلب منفعت کا باعث ہو۔

انھم نھوا عن قرضٍ جَرَّ منفعۃ ولانہ عقد ارفاق و قربۃ فاذا شرط فیہ الزیادۃ اخرجہ عن موضوعہ۔[۳]

ترجمہ: کسی حاجت مند کو قرض دینا احسان اور حسنِ سلوک کی مد میں آتا ہے اور خدا تعالےٰ کے قرب کا ذریعہ ہے۔ جب کوئی شخص قرض میں زیادتی کی شرط لگاتا ہے تو اس کو اپنے اصل موضوع سے خارج کر دیتا ہے۔

---

[۱]، [۲]، [۳]۔ اعلاء السنن جلد ۱۴، ص ۴۶۷، ۴۶۸

ان عبارات میں جس شرط کا ذکر ہے۔ وہ دو طرح کی ہے۔ ایک وہ شرط جس میں برابر کا نفع ہوتا ہے۔ یعنی اس شرط کی وجہ سے قرض خواہ کو اگر زائد فائدہ حاصل ہوتا ہے تو قرضدار بھی فائدہ حاصل کئے بغیر نہیں رہتا۔ جیسا کہ حسب ذیل عبارت سے واضح ہوتا ہے:

وان شرط ان یوجرہ دارہ او یبیعہ شیأً او یقرضہ المقترض مرۃ اخری لم یجز۔

ترجمہ: اس شرط پر کہ وہ اس کو اپنا مکان کرایہ پر دیگا یا اس پر کوئی چیز فروخت کریگا یا یہ کہ قرضدار بھی قرض خواہ کو دوسری دفعہ قرض دے گا۔ یہ سب صورتیں ناجائز ہیں۔

دوسری وہ شرط جس میں صرف قرض خواہ کا فائدہ ہو اور قرضدار کو نقصان ہو تو ظاہر ہے کہ اس کی حرمت اس پہلی شرط کی حرمت کی نسبت زیادہ ہوگی۔

وان شرط اُن یوجرہ دارہ باقل من اجرتہا او علی ان یستاجر دار المقرض باکثر من اجرتہا او علی ان یہدی لہٗ او یعمل لہ عملا کان ابلغ فی التحریم۔ ؎

ترجمہ: اور اگر یہ شرط قرار پائی کہ قرضدار اپنا مکان قرض خواہ کو کم کرایہ پر دے گا یا قرضدار قرض خواہ کا مکان معمول سے زیادہ کرایہ پر لے گا یا وہ اس کو ہدیہ دے گا یا اس کا کوئی کام کرے گا تو یہ حد درجہ حرام ہے۔

کمیٹی کی جملہ صورتوں پر تبصرہ مندرجہ بالا دلائل اور تشریحات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ہے کہ مروجہ کمیٹی کی مختلف صورتوں میں شرعی نقطہ نظر سے چند خرابیاں پائی جاتی ہیں:

(۱) اصل رقم کے علاوہ اضافی رقم کا پیشگی حاصل ہو جانا اور اس سے نفع اُٹھانا جو کہ رِبا ہے۔

(۲) قرعہ اندازی کے ذریعہ کمیٹی تقسیم کرنا، جبکہ ہر شخص کی تمنا یہی ہوتی ہے کہ میرا قرعہ پہلے نکلے اور یہ جوئے کی ایک قسم ہے۔

---

؎ اعلاء السنن ج ۱۴، ص ۴۹۹

(۳) قرض مشروط یعنی قرض کے ساتھ یہ شرط لگانا کہ دوسری مرتبہ قرضدار بھی قرض خواہ کو قرض دیگا۔ ایسی صورت میں قرض تبرع اور احسان کی مد سے نکل کر معاملہ اور سود کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

(۴) شرعی اعتبار سے کمیٹی میں قرض نے جب اپنی اصل وضع سے خارج ہو کر عقد اور بیع کی شکل اختیار کر لی ہے۔ تو لازم ہے کہ نقدی لین دین ایک مجلس میں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ سونے اور چاندی میں کمی بیشی اور ادھار رباء بنتا ہے۔ حالانکہ کمیٹی کا کھاتہ اُدھار پر چلتا ہے۔

(۵) کمیٹی میں جمع کردہ رقم میں کمی بیشی کرنا اور قرعہ میں پہلے آنے والے ناموں کی ایک خاص مقدار کو جنہوں نے چند ایک اقساط جمع کرائی ہوں۔ ان کو کمیٹی کی پوری رقم دیکر آئندہ اقساط جمع کرانے سے مستثنیٰ قرار دے دینا تو یہ دونوں صورتیں عین رباء ہیں اور قمار میں داخل ہیں۔

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ یہ قرض اور تعاون کی ایک صورت ہے اور کمیٹی جمع کرنے والا اس مجموعہ رقم کا امین ہے اور قرض میں تقابض فی المجلس شرط نہیں ہے۔ لہٰذا یہ لین دین جائز ہے لیکن ان حضرات نے قرض اور عقد میں فرق نہیں کیا۔ قرض تو محض ایک تبرع اور احسان ہوتا ہے اور کمیٹی میں قرض کے عوض قرض بطور شرط کے ہوتا ہے تو یہ ایک معاملہ ہوا:

الاعتبار فی العقود بمقاصدھا لا بالفاظہا۔

ترجمہ: "یعنی معاملاتِ شرعیہ میں مقاصد کا اعتبار ہوتا ہے نہ محض الفاظ کا۔"

کمیٹی جمع کرنے والا اس معنیٰ میں امین ہوتا ہے کہ آفات سماوی سے تلف ہونے والی رقم کا اس کو تاوان نہیں اُٹھانا پڑتا۔ لیکن اس کے ساتھ وہ معاملہ شریک بھی ہوتا ہے اور اس امانت میں وہ کمیٹی کی جملہ شرائط کا پابند ہوتا ہے۔ بغیر رضامندی جملہ شرکاء کے وہ عندالطلب کسی ایک کے لئے قرض کی واپسی کا ذمہ نہیں اُٹھاتا نیز امانت برائے حفاظت ہوتی ہے۔ نہ کہ برائے جلب منفعت اور یہاں کمیٹی میں شریک شخص کو امین منتخب کیا جاتا ہے۔ جو اس امانت میں حصہ دار ہوتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ قرض میں تقابض فی المجلس شرط نہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ قرض بشرط الاجل میں اجل یعنی مدت کا شرعاً اعتبار بھی نہیں ہوتا کہ اگر کسی شخص کو قرض دیا تو وہ مقررہ مدت سے پہلے بھی طلب کر سکتا ہے اور کمیٹی میں تو مدت

مقررہ کی شرط لگائی جاتی ہے۔ اس مدّت سے پہلے قرض خواہ قرض طلب نہیں کر سکتا۔ جب ثابت ہوا کہ قرض کسی شرط کو قبول نہیں کرتا اور یہاں مدّت کی شرط کمیٹی کی اصل غرض ہے تو کمیٹی کے معاملہ کو قرض پر کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے۔

نیز کمیٹی جمع کرنے والا دوسرے ہر ایک فرد کو اس کی صرف اپنی رقم واپس نہیں کرتا بلکہ حسب ضابطہ ہر فریق کی باری میں اس کے قرض کے ساتھ دوسرے شرکاء کی جمع شدہ اضافی رقم بھی واپس کرتا ہے۔ یہ اس کے فرائض میں داخل ہے اور قرض میں عند الطلب قرض کی رقم ادا کی جاتی ہے نہ کہ زیادہ۔

قرض میں امانت کی صورت تو یہ تھی کہ ایک شخص کسی کے پاس مختلف اقساط جمع کراتا ہے اور جب اتنی بڑی رقم جمع ہو جاتی ہے تو وہ اپنی ضرورت کے لئے اُسے کام میں لاتا۔

ہمارے ہاں قرض کے ذریعہ منافع حاصل کرنے کا رواج عام ہو گیا ہے۔ مالک دوکان کرایہ دار کو قرض کی شرط پر دکان کرایہ پر دیتا ہے۔ مالک جب تک وہ قرض واپس نہیں کرتا کرایہ دار سے دوکان خالی نہیں کرا سکتا اور قرض کی وجہ سے کرایہ میں بھی تخفیف ہو جاتی ہے پھر اس میں پگڑی کا سسٹم چلتا ہے۔ ترقی کے اس دور میں پگڑی نے مختلف شکلیں اختیار کر لی ہیں۔ کرایہ دار کی منتقلی کے وقت اس میں بولی ہوتی ہے۔ بجائے خود یہ ایک مستقل کاروبار بن گیا ہے۔ دوسرے کرایہ دار پگڑی کی رقم جمع کراتا ہے۔ جس سے پہلے کرایہ دار کو بھی اس پگڑی کے فروخت کرنے، منافع کمانے کا موقع ملتا ہے۔ ساتھ ہی کرایہ میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جس سے مالک کو دو طرفہ فائدہ ہوتا ہے۔ دیکھئے کرایہ بشرط قرض کی ایک خرابی سے کتنی خرابیاں پیدا ہوتی چلی گئیں۔

ایسے ہی زمیندار کو مزارع بھی اس منصوبہ کے تحت قرض دیدیتا ہے۔ جب تک قرض واپس نہ ہوگا۔ اس وقت تک یہ زمین پر قابض رہے گا۔ شرح بٹائی بھی عام معمول سے زمیندار کم لے گا۔ مزارعہ کو یہ رعائتیں قرض کے باعث حاصل ہوتی ہیں۔

صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت میں جو سمجھا تھا وہ یہی تھا کہ قرض سے اس قسم کے فوائد حاصل کرنا ربا میں داخل ہے۔